چند فقہی تعریفات و اصطلاحات
(بلحاظ حروف تہجی)

دکتور محمد رواس قلعجی

زکوٰۃ: تعریف:

زکوٰۃ سے مراد ایک صاحب نصاب شخص کا اپنے مال میں سے مال کی ایک مقررہ مقدار ادا کرنا ہے تا کہ اسے بعض متعینہ مدات میں خرچ کیا جائے۔

۲۔ ایسے اموال جن پر زکوٰۃ واجب ہے:

نقد رقوم، اموال تجارت، زرعی پیداوار اور مویشیوں پر زکوٰۃ کے وجوب کے بارے میں امت کا اجماع ہے، جہاں تک گھوڑوں کا تعلق ہے، تو جیسا کہ ہم آگے چل کر گھوڑوں پر زکوٰۃ کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے بتائیں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے آخری دنوں میں ان پر زکوٰۃ وصول کرنا شروع کر دیا تھا اور خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے گھوڑوں پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ ادا کی تھی، لیکن جب خود ان کا دورِ خلافت شروع ہوا، تو انہوں نے گھوڑوں پر زکوٰۃ کی لازمی ادائیگی کی پابندی ختم کر دی، چنانچہ جو شخص از خود گھوڑوں پر زکوٰۃ ادا کرتا، اس سے وصول کر لی جاتی، اور اسے گھوڑوں کی خوراک کے لئے اتنی رقم دے دی جاتی جتنی رقم حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور میں اس مقصد کے لئے ادا کیا کرتے تھے (۱)

۳۔ کسی مال پر وجوب زکوٰۃ کے لئے ضروری شرائط:

کسی مال پر زکوٰۃ کے وجوب کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

الف۔ زیر ملکیت مال کا نصاب کے برابر ہونا (بشرطیکہ کوئی قرضہ واجب الادا نہ ہو)۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ سونے کا نصاب بیس مثقال ہے، جب کہ چاندی کا نصاب دو سو درہم کے برابر ہے۔ اسی طرح اونٹوں کا نصاب پانچ اونٹ ہے اور بکریوں کا چالیس بکریاں، نصاب کی ان مقداروں پر امت کا اجماع ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گایوں کے نصاب کو بھی اونٹوں

سنت وہ فعل ہے جس کے کرنے کا مطالبہ غیر لازمی طور پر اس طرح ہو کہ کرنے کی تاکید ہو (اصول فقہ)

کے نصاب پر قیاس کرتے تھے۔(۲) جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک گایوں کا نصاب تیس گائیں ہے۔(۳)

اور اگر متعلقہ شخص کے ذمہ کوئی قرض واجب الادا ہو تو اس کی ادائیگی کے بعد اس کے پاس جو مال بچے گا اس پر زکوٰۃ ادا کی جائے گی، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر پر اپنے خطبوں کے دوران میں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ زکوٰۃ کا مہینہ آ گیا ہے، لہٰذا تم میں سے جس شخص کے ذمے کوئی قرض واجب الادا ہو، وہ اپنا قرض ادا کر کے اپنے مال کو پاکیزہ بنالے اور پھر اس کے بعد اس میں سے زکوٰۃ ادا کرے۔(۴)

اور اگر صاحب نصاب شخص کا قرض کسی کے ذمہ واجب الادا ہو، اور وہ شخص ایسا ہو جو عندالطلب اس قرض کی ادائیگی کرنے والا ہو تو ایسی صورت میں اس شخص پر اس رقم کی زکوٰۃ بھی ادا کرنا ضروری ہوگا جو قرض دی ہے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ زکوٰۃ ایسے قرض پر بھی ادا کی جائے گی، جس کو اگر تم وصول کرنا چاہو تو بآسانی وصول کر لو، اسی طرح جو قرض کسی دولت مند شخص کے ذمے واجب الادا ہو اور تم اس سے محض حیاء کی وجہ سے یا تکلفاً قرض کا تقاضا نہ کرتے ہو تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب الادا ہوگی (۵) اس لئے کہ ایسی صورت میں اس کی حیثیت اس کے پاس رکھی ہوئی امانت کی ہے۔

ب۔ مال کی ملکیت پر پورے سال کا گزرنا:

کسی مال پر اُس وقت تک زکوٰۃ واجب الادا نہیں ہوتی ہے جب تک کہ اس کی ملکیت پر پورا سال مکمل نہ ہو جائے۔(۶)

البتہ زمین سے پیدا ہونے والی اجناس اور دفینوں کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ ان پر اس شرط کا اطلاق نہیں ہوتا۔

۴۔ گھوڑوں کی زکوٰۃ:

یہ بات تاریخی اعتبار سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑوں پر زکوٰۃ نہیں وصول فرمایا کرتے تھے۔(۷)

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ کسی مؤمن پر اس کے زیر ملکیت

غلاموں اور گھوڑوں پر کوئی زکوٰۃ واجب الادا نہیں ہے۔ (۸)

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی گھوڑوں پر زکوٰۃ نہیں لیا کرتے تھے اور اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی معمول تھا، لیکن بعد میں ایسا ہوا کہ شام کے متقی لوگوں کی ایک جماعت نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح سے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں شام کے گورنر تھے یہ درخواست کی کہ ہمارے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ بھی لیا کریں، لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور اس سلسلے میں رہنمائی کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا لیکن انہوں نے بھی انکار کر دیا، اس پر وہ لوگ خود مدینہ منورہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی کہ ہمارے اموال چونکہ گھوڑوں اور غلاموں پر مشتمل ہیں، اس لئے آپ ہم سے ان کی زکوٰۃ بھی وصول کیا کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں کسی ایسے مال پر زکوٰۃ وصول نہیں کرنا چاہتا جس پر مجھ سے پہلے زکوٰۃ نہیں لی جاتی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس بارے میں مشورہ فرمایا، اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ اگر ان اموال پر زکوٰۃ کی ادائیگی سے ان کے دلوں میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے تو یہ ایک اچھی بات ہے لیکن اس کی حیثیت بہرحال ایک ایسے باقاعدہ ٹیکس کی نہیں ہونی چاہئے جو آپ کے بعد بھی لیا جاتا رہے، چنانچہ اس مشورے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دس دس درہم فی گھوڑا اور فی غلام کے حساب سے زکوٰۃ وصول کرنا شروع کر دی اور اس کے بدلے میں ہر گھوڑے کی خوراک کے لئے دس جریب (۹) ماہانہ اور ہر غلام کے لئے دو جریب ماہانہ غلہ ادا کرنا منظور فرمایا۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اس دور میں اپنے گھوڑوں پر باقاعدگی سے زکوٰۃ دیا کرتے تھے، چنانچہ وہ اپنے گھوڑوں پر واجب الادا زکوٰۃ خود لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ (۱۰)

بعد میں جب زمام خلافت خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی تو انہوں نے نہ تو کسی کو گھوڑوں پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا اور نہ کسی کو اس سے باز رہنے کا اور جو شخص بھی اپنے گھوڑوں کی زکوٰۃ ادا کیا کرتا تھا، اسے اس کے گھوڑوں کی خوراک کے لئے اسی مقدار میں غلہ دینے کا اہتمام کرتے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مقرر کی گئی تھی۔

ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی اسی طریقے پر عملدرآمد ہوتا رہا، لیکن جب زمام حکومت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں آئی تو انہوں نے حساب لگا کر دیکھا

مستحب وہ امر ہے کہ جس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر کوئی گناہ نہ ہو (اصول فقہ)

کہ گھوڑوں کی خوراک کے لئے جو غلہ دیا جاتا ہے۔ اس کی قیمت اس قیمت سے زیادہ بنتی ہے جو ان کی زکوٰۃ کی صورت میں حاصل ہوتی ہے، تو انہوں نے گھوڑوں کی زکوٰۃ وصول کرنے کا سلسلہ بند کر دیا، چنانچہ وہ نہ تو گھوڑوں کی زکوٰۃ وصول کرتے تھے اور نہ ان کی خوراک کیلئے کچھ دیتے تھے۔ (۱۱)

۵۔ زکوٰۃ کی وصولی:

زکوٰۃ کی وصولی بنیادی طور پر حکومت کی ذمہ داری ہے اور اس کا طریق کار یہ ہے کہ اموال باطنہ یعنی نقد رقوم پر صاحب مال خود زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔ جب کہ اموال ظاہرہ یعنی مویشیوں اور غلہ پر حکومت خود حساب لگا کر زکوٰۃ وصول کرتی ہے چنانچہ امام کاسانی بدائع الصنائع میں کہتے ہیں:

> ''زکوٰۃ کی وصولی بنیادی طور پر سلطان کا حق ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور پہلے تین خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (اپنے ابتدائی سالوں میں) زکوٰۃ کی وصولی کا اہتمام سرکاری طور پر کرتے تھے، لیکن بعد میں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگوں کے مال و دولت کی کثرت ہوگئی، تو انہیں اندازہ ہوا کہ سرکاری طور پر زکوٰۃ کی وصولی کا اہتمام کرنے سے لوگوں کے لئے مشکلات پیدا ہوتی ہیں، لہٰذا انہوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی کی ذمہ داری خود متعلقہ لوگوں پر عائد کر دینا زیادہ قرین مصلحت سمجھا، یوں گویا زکوٰۃ کی فراہمی کے معاملے میں وہ لوگ خلیفہ کے وکیل یا نائب قرار پائے۔''

حضرت عائشہ بنت قدامہ بن مظعون روایت کرتی ہیں کہ میرے والد بیان کرتے ہیں کہ میں جب بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیت المال میں سے اپنا حصہ وصول کرنے حاضر ہوتا، تو وہ ہمیشہ مجھ سے دریافت کرتے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ایسا مال موجود ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہے؟ اگر ان کے اس سوال کا جواب اثبات میں دیتا تو وہ میرے حصے میں زکوٰۃ کی رقم وضع کر لیتے اور اگر میرا جواب نفی میں ہوتا، تو وہ میرا پورا حصہ مجھے ادا کر دیتے۔ (۱۲)

۶۔ مال زکوٰۃ سے استفادہ کرنے کا حکم:

خلیفۃ المسلمین زکوٰۃ کا جو مال وصول کرتا ہے، وہ ضرورت مند لوگوں مثلاً فقراء، مساکین

حرام وہ فعل ہے کہ جس کے نہ کرنے کا لازمی مطالبہ کسی دلیل قطعی سے ثابت ہو (اصول فقہ)

اور مسافر وغیرہ کا حق ہے، لہٰذا خلیفہ کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ محتاج اور بے سہارا لوگوں کو اس مال سے استفادہ کرنے کی اجازت دے دے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سواری کے ضرورت مند لوگوں کو زکوٰۃ کے اونٹوں پر سواری کرنے کی اجازت دے رکھی تھی، حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو بن سہل راوی ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ جاتے ہوئے دیکھا، ان کے ہمراہ زکوٰۃ کے اونٹ بھی تھے، جن پر انہوں نے لوگوں کو بٹھا رکھا تھا۔ (۱۳)

۷۔ زکوٰۃ کے مصارف:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ o (التوبہ: ۶۰)

بے شک فقراء، مساکین، محکمہ زکوٰۃ کے ملازمین مؤلفۃ القلوب، قیدیوں کی رہائی، تاوان ادا کرنے والوں، فی سبیل اللہ کئے جانے والے کاموں اور مسافروں کے لئے مختص ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ فریضہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے دور میں زکوٰۃ انہی مصارف میں صرف کی جاتی تھی، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں مؤلفۃ القلوب کا حصہ دینا بند کر دیا تھا، اور ان کی دلیل یہ تھی کہ اسلام اب ان کا محتاج نہیں رہا ہے۔ (۱۴)

ان کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی اس معاملے میں انہی کے طریق کار پر عمل پیرا رہے، چنانچہ ان دونوں میں سے کسی کے بارے میں بھی یہ روایت نہیں ملی ہے کہ اس نے مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ میں سے کچھ دیا ہو۔ (۱۵)

زکوٰۃ فطر: (صدقۃ الفطر): تعریف:

زکوٰۃ فطر سے مراد مال کی وہ مقدار ہے جو ایک صاحب حیثیت شخص اپنے مال میں سے رمضان المبارک کے مہینے میں صدقہ فطر کی نیت کر کے کسی غریب شخص کو ادا کرتا ہے۔

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے

۲۔صدقہ فطر کن لوگوں پر واجب ہے:

صدقہ فطر مالدار شخص پر خود اپنی طرف سے بھی واجب الادا ہوتا ہے۔اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی اور اس جنین کی طرف سے بھی جو ابھی اس کی بیوی یا لونڈی کے پیٹ میں ہوتا ہے۔(۱۶)

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس جنین کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کیا کرتے تھے جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہوتا تھا۔(۱۷)

۳۔صدقہ فطر کی مقدار:

ہر صاحب حیثیت شخص کو اپنے اور اپنے ان متعلقین کی طرف جن کا فطرانہ اس کے ذمے ہے کھجور اور جو کی صورت میں ایک صاع اور گندم ہو تو نصف صاع صدقہ فطر ادا کرنا ہوگا۔

چنانچہ ایک موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا: صدقہ فطر میں ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع جو یا نصف صاع گندم ادا کرنی چاہئے۔(۱۸)

طلاق معلق کے بعض اہم مسائل

نوٹ: مجلّہ فقہ اسلامی کے شمارہ مارچ ۲۰۰۵ میں طلاق معلق کے بعض اہم مسائل کے عنوان سے مفتی محمد رفیق الحسنی صاحب کا جو مضمون شائع ہوا تھا اس کے صفحہ نمبر ۲۶ پر ایک عبارت ایسی درج ہوگئی ہے جس کا مضمون کے سیاق وسباق سے کوئی تعلق نہیں براہ کرم صفحہ ۲۶ پر دوسرے پیراگراف میں اس عبارت کو حذف کرکے پڑھیں۔ عبارت یہ ہے ۔ (یا عاجز بنادیا گیا خواہ موانع حسی کی وجہ سے یا غیر حسی کی وجہ سے تو حانث نہیں ہوگا اور طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ یمین موقت میں ذکر شدہ وقت سے پہلے عجز یمین کو باطل کردیتا ہے۔اور اسی طرح اگر۔) چنانچہ اس تصحیح کے بعد دوسرا پیراگراف سطر نمبر ۳ سے اب یوں پڑھا جائے گا۔ حالف بریعنی ضرب سے عاجز ہوگیا یوم گزرنے سے پہلے فوت ہوگیا یا بیوی فوت ہوگئی تب بھی حانث نہیں ہوگا..............الخ۔

واجب وہ امر ہے جس کے کرنے کا لازمی مطالبہ کسی دلیل ظنی سے ثابت ہو (اصول فقہ)